Lesson 2: Hijr (Ayaat 51- 99): Day 9

سُورَةُ الْحَجَرِ كِي تَفْسِير

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾

کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار (سب کچھ) پیدا کرنے والا (اور) جاننے والا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت **الْخَلْقُ** فعل کے وزن پر خالق، اور خلاق تو اس سے بہت بڑی چیز ہے۔ یعنی اس کو پتہ ہے کہ وہ میرے بندے ہیں مجھے پتہ ہے اور میں اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہوں۔ سورۃ ملک کی آیت نمبر 14 میں بھی آتا ہے **الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٢﴾** بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ کیا ایک انجینئر نہیں جانتا کہ مشین کے پرزے کیا ہیں؟ اور کیا کمپیوٹر انجینئر نہیں جانے گا کہ کمپیوٹر میں کیا کیا پروگرامز ہوتے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کو نہیں پتہ کہ بندے تجھے کیا چاہیے۔ آپ اپنے اس غم کو غلط کیجئے۔ لوگوں کے رویوں کی وجہ سے جو دل دکھے تو اس آیت پر خوش ہوں کہ میرے رب کو سب پتا ہے۔ اگلی آیت؛

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ﴿٨٧﴾

ہم نے تم کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار دہرائی جانے کے لائق ہیں، اور تمہیں قرآن عظیم عطا کیا ہے۔

کہاں سے توجہ اٹھا کر کہاں پر لائی جا رہی ہے۔ **سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي**، سبباً سات کو کہتے ہیں، اور مثنائی کا لفظ م، ث، ن سے ہے۔ مثنیٰ، کہتے ہیں دوہرا کرنے کو، لفظ ثنا بھی اسی سے ہے۔ اللہ کی ثنا، کیونکہ بار بار دہراتے ہیں اور تعریف بار بار کی جاتی ہے۔ اور ثنا کہتے ہیں کسی کے اچھے اوصاف بیان کرنا، عربی کا لفظ

تشنیہ دُہرے کی طرح، وہ بھی یہی لفظ ہے۔ کیونکہ اس میں پہلے ایک چیز تھی اب دو ہو گئی۔ علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ سبع مثانی سے مراد یہاں سورۃ الفاتحہ ہے۔ سات بار بار دہرائی جانے والی آیتیں۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں آتا ہے اس شخص کی نماز ہی نہیں جو نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا۔ جو بھی نماز ہو، چاہے سنت، فرض، نفل نماز ہو استخارے کی نماز ہو حتیٰ کہ جنازہ کی نماز ہو، جو ایک انسان دوسرے انسان کے لئے پڑھ رہا ہوتا ہے ان سب میں سورۃ فاتحہ موجود ہے۔ کوئی ایسی نماز نہیں ہے جس میں سورۃ فاتحہ نہ ہو۔ اللہ نے اس کو اتنا حسن دیا کہ یہ اتنی دفعہ پڑھی جاتی ہیں۔

مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے الفاظ بتائے ہیں کہ میں نے نماز اور سورۃ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا ہے۔ یہ تفصیل سورۃ فاتحہ میں پڑھ چکے ہیں۔ تو گویا کہ یہاں سے مفسرین نے اس نکتے کو لیا کہ **سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي بَعْدُ** 'و' ہے، یہ نکتہ نوٹ کیجئے۔ جیسے زمین و آسمان، زمین اور آسمان یہ 2 چیزیں ہوں گی۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ قرآن عظیم ایک الگ کتاب ہے۔ اور سورۃ فاتحہ ایک الگ چیز ہے۔ جیسے پچھلے انبیاء کرام کو صحائف ملتے تھے **صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوسٰی ﴿۱۹﴾** سورۃ اعلیٰ کے آخر میں ہم پڑھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے کتابچے تھے جس میں ٹائم کے لحاظ سے مختلف چیزیں آجاتی تھیں۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن بھی ملا، اور سورت فاتحہ بھی ملی۔ اس آیت سے پتہ چلا کہ سورۃ فاتحہ قرآن کا حصہ نہیں ہے۔ سہولت کی خاطر اس کو قرآن پاک کے آغاز میں لگا دیا جاتا ہے۔ آج کوئی یہ قرآن پاک ایسے نہیں چھاپ سکتا کہ سورۃ فاتحہ کو ہٹا دے، اور باقی قرآن کو چھاپ دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں

جب قرآن کو اکٹھا کیا گیا تو سورۃ فاتحہ آپ کے پاس تھی۔ اور کہتے ہیں کہ یہ سورت دودفعہ نازل ہوئی ایک دفعہ مکی دور میں اور پھر مدنی دور میں۔ کسی چیز کو کل میں سے نکال کر جُز کے طور پر پیش کر دینا کیسا ہے اسکو ایک چھوٹی سی مثال سے سمجھ لیجئے۔

جیسے کوئی ڈیڑھ گھنٹے کی ویڈیو ہو، کوئی تقریر ہو، یا کوئی فلم ہو تو لوگ چاہتے ہیں کہ اس چیز کو اور لوگ بھی دیکھیں۔ تو اس کے بیچ میں سے کوئی کلپ نکالتے ہیں کوئی بہت اچھے ڈائلاگ، کوئی بہت اچھے ایکشن اور اس کو پہلے سے ٹریلر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ تو اس لیے سورۃ فاتحہ بھی قرآن کا ٹریلر ہے۔ پورے قرآن پاک کے مضامین کا خلاصہ صرف سورۃ فاتحہ میں ہے۔ صرف اس کی اہمیت کی وجہ سے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کہا، جہاں سے قرآن کا نام بھی پتہ چل گیا کہ قرآن پاک کو قرآن عظیم بھی کہا گیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سورت فاتحہ ہی کو قرآن عظیم کہا گیا، یعنی یہ عظیم قرآن کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی لئے اس سورت کا نام اساس القرآن بھی ہے یعنی قرآن کی بنیاد اور ام القرآن بھی ہے قرآن کی جڑ، الکافیہ، کفایت کرنے والی، الشافیہ شفا دینے والی تو عربی زبان میں جس چیز کے زیادہ نام ہوں وہ اتنی ہی اہم ہوتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ سورۃ فاتحہ جیسی کوئی سورت نہ تو تورات میں ہے نہ انجیل میں ہے اور نہ قرآن میں ہے۔ تو یہاں اصل میں اللہ کے نبیؐ کی دلجوئی کی جارہی ہے کہ اے نبیؐ آپ دیکھیں تو سہی کہ ہم نے آپ کو کتنا پیارا خزانہ دے دیا۔ اگر ابو جہل خود کو مالدار سمجھتا ہے تو کیا وہ مالدار ہے اور اگر ولید بن مغیرہ اپنے آپ کو بہت بڑا سردار سمجھتا ہے تو کیا وہ سردار ہے۔ یہ تو لوگوں کی سوچ ہے، ان کو کیا پتہ کہ ہم نے آپ کو کتنی بڑی دولت دی ہے۔ لہذا اب کیا کریں؟

لَا تَتَمَنَّوْنَ عَيْنِيكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَانخَفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾

اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (فوائد دنیاوی سے) متمتع کیا ہے تم ان کی طرف (رغبت سے) آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر تاسف کرنا اور مومنوں سے خاطر اور تواضع سے پیش آنا۔

ساری مخالفتوں کے جواب میں نبی کو یہ تین نقطے سمجھا دیے کہ چونکہ ہم نے آپ کو قرآن جیسی دولت دے دی، تو کیا آپ اس کے باوجود پھر لوگوں کی دولت کو دیکھیں گے۔ ابو جہل کی دولت، ولید بن مغیرہ کے باغات اور ان کافروں کی جاگیریں، آپ تو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر دنیا و مافیہا کی حیثیت اللہ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی، تو اللہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ دیتا تو کافروں کو جو مال و متاع دیا گیا ہے، اللہ کے نزدیک اس کی کچھ اہمیت نہیں۔

اہل ایمان کو بھی چاہیے کہ وہ بھی مال و دولت کو اللہ کی نظر سے دیکھیں۔ اب ہم ایک چھوٹی سی بات اس آیت سے سمجھتے ہیں، کیا یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جا رہا ہے کیا یہ سببِ مثنائی اور قرآن عظیم صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ جو دولت مجھے اور آپکو ان کی بدولت ملی ہے، یہ دنیا کی ہر چیز سے اعلیٰ ہے۔ اس کے بعد اگر ہمارے دلوں میں کمپلیکس ہے تو یہ احساسِ محرومی ہے اور دوسروں سے تقابل ہے۔ دوسروں کے مال، اولاد اور ان کی دولت اور ان کی حیثیت اور ان کے حسن سے ہم مائل ہیں، تو مان لیجیے کہ ہم نے اپنی دولت کی قدر نہیں کی۔ اور ہوتا بھی یہی ہے کہ جو چیز پاس ہوتی ہے ہم اس کی ذرا قدر نہیں کرتے اور جو چیز دور ہوتی ہے ہم آہیں بھرتے ہیں۔

بعض دفعہ ماں کے اپنے بچے کتنے ہی اچھے ہوتے ہیں لیکن وہ دوسروں کے بچوں پر نظر رکھتی ہے۔

بعض دفعہ شوہر ٹھیک ہوتے ہیں ایک انسان ہونے کے ناطے لیکن دوسروں کی باتیں زیادہ اچھی لگتی ہیں۔ اس لئے کہ انسان کو اس میں ایک اصول دیا گیا کیا آپ دیکھیں تو سہی کہ یہ آپ کو کیا دولت ملی ہے۔ اور ہم خود بھی سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی پیاری دولت دی ہے۔ آپ دیکھیں پسے ہوئے، تڑپے ہوئے لوگ ہیں اللہ نبی اور آپ کے ساتھیوں کو تسلی کے لئے کہہ رہے ہیں کہ لوگو ایک وقت وہ تھا کہ جب اس سے بھی برے حالات تھے۔ کیا قرآن سے پہلے لوگ کو کوئی غم نہیں تھا۔ کیا اس سے پہلے آپ بے خوف اور بے غم تھے۔ اس سے پہلے کس کیفیت میں تھے۔ آپ اگر بہترین بیوی تھیں، بہترین ماں تھیں تو وہ تو قرآن کے ساتھ جڑنے کے بعد بھی ہیں۔ اگر اس قرآن کے ساتھ جڑنے والا بندہ، اگر دوسری چیزوں کو دیکھے تو سمجھ لیں کہ اس نے اس قرآن کی قدر نہیں کی۔

ایک حدیث کا خلاصہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس کتاب کے آنے کے بعد دوسری چیز کو دیکھا اس نے اصل میں اس قرآن کی ناقدری کی۔ اس کو چھوڑ کر دنیا کے کھیل تماشوں میں لگن ہو جانا کیا وہ سیر ہے۔ کیا وہ فن ہے، کیا وہ مووی ہے، اور کیا وہ شاپنگ ہے، اور وہ کیا گھرداری ہے کہ جو اس کتاب کو چھوڑ کر چل پڑے۔ اس کتاب کے لئے جو انسان جن جن مرحلوں سے گزرتا ہے تو کیا اس کا رب اس کی قدر نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم ایک دفعہ اس کی قدر کرو پھر دیکھنا میں تمہاری قدر کیسے کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک وقت تھا کہ آپ مکہ میں کاروبار کرتے تھے۔ لیکن جو نبی آپ کو نبوت ملی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال 12 سال تک نبی اور اسلام پر خرچ ہوتا رہا۔ مسلمانوں میں بہت سے چھوٹی عمر کے لوگ تھے جس کو آپ پوچھ کہہ لیں، ان کو ان کے ماں باپ نے گھروں سے نکال

دیا۔ بعض کاروباری اور تجارت پیشہ لوگ تھے۔ سوسائٹی نے بائیکاٹ کر دیا کہ ان سے مال نہیں لینا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سال تک شعب ابی طالب میں بائیکاٹ کیا گیا۔ غریب، مسکین، کچھ بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ مکہ کے ارد گرد اور اس کی بستیوں کے لوگ مظلومانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ طعنے، تحقیر، الزامات، قلبی، روحانی تکلیفیں، کیا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو نہیں ملیں، اور اس کے برعکس مکہ والے، بڑے بڑے سردار، دولتوں میں مگن، مالامال اور خوشحال۔ ایسے حالات میں بندے کو یوں لگتا ہے کہ شاید میں غلط ہی کر رہا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم غم نہ کرو۔ **لَا تَحْزَنْ، یہ دوسرا اصول، کیونکہ جب قرآن والا حد سے زیادہ غم کرتا ہے کہ بیمار پڑ جائے، روگ لگ جائے، تو پھر دین کہاں ہو گا۔** یہ اب ایک اگلا اصول ہے تڑپو، کوشش کرو۔ لیکن جہاں تمہیں لگے کہ کسی دین کی قدر نہ کرنے والے کا غم تمہاری صحت کو خراب کر رہا ہے، تمہارا وقت اس میں چلا جائے گا، تمہاری صلاحیتیں ختم ہو جائیں گی، تمہارا نوکس ٹوٹ جائے گا، تو کہا پھر ان کو چھوڑو اور پیچھے کر دو۔ ان کو دیکھو جو تمہارے پاس ہیں۔ اب سورۃ کی آخری آیات دیکھیں گے کہ اللہ اپنے نبی کو وہ خوبصورت اصول سکھا رہا ہے جو آج بڑی بڑی کمپنیز اپنے ورکرز کو سکھاتی ہیں، کہ کوئی کہہ کے چلا گیا تو اس کو پیچھے کر دو کیونکہ یہ دولت بہت بڑی ہے۔ اس پر رشک کرو۔ تم ان کے حال پر مت کڑھو۔ اپنے خیر خواہ کو اپنا دشمن نہ سمجھو۔ ایسے معاملے کر لو کہ جو گئے ہیں۔ جن کو آپ سے تکلیف ہے، جنہوں نے آپ کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر دوسری طرف جانا چاہا، وہ خود آجائیں اس ضعیفہ کی طرح۔ کیسا خوبصورت منظر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر جو آج کیچڑا اچھالا جاتا ہے، کیا ہم اپنے نبی کا یہ روپ لوگوں تک نہیں پیش کر سکتے اور اگر ہم مسلمانوں نے یہ دین کا نام عام کیا ہو تا تو آج لوگ اپنے

نبی پر ایسی باتیں نہ کرتے **وَ اَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ** یہ کون سے مومن ہیں۔ جو آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایمان لاتے ہیں۔ یہ وہ غریب، مسکین، لوگ ہیں جنہوں نے اول اول اسلام قبول کیا۔ اب آپ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں۔ ایک لیڈر کو خوبصورت بات سکھائی جا رہی ہے کہ آپ ان نہ آنے والوں کا غم چھوڑ کر ایمان والوں کے لئے اپنے بازو جھکا دیں۔ شفقت، مہربانی، یہ فقیر، اندھے، مسکین ہیں، غلام ہیں، یہ بلال کالے ہیں اور عبد اللہ بن مسعود جن سے بکریوں کی بو آتی ہو، لیکن جب یہ آپ کی محفل میں آئیں تو تواضع کے ساتھ ان کا استقبال کیجئے۔ ان کی دلجوئی کریں۔ جو چوٹیں کھاتے ہوئے آتے ہیں۔ یہی بات سورۃ الانعام آیت نمبر 54 میں ہم پڑھ چکے ہیں۔

فَقُلْ سَلِّمْ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَیْ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تو (ان سے) سلام علیکم کہا کرو خدا نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

اسی طرح سورۃ شعراء آیت 215 میں ہم پڑھیں گے **وَ اَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے متواضع پیش آؤ۔ یہی لفظ ماں باپ کے لئے سورۃ بنی اسرائیل میں بھی آیا ہے **وَ اَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ** علم سیکھنے کے لئے آنے والوں کا کیا خوبصورت مقام ہے۔ ہم تو صرف استاد کے احترام کی بات کرتے ہیں، مگر یہ آیت سچے طالب علموں کا اکرام سکھاتی ہے۔ کبھی کسی کو طعنہ نہ دیں۔ آپ خود دین سیکھنے جائیں یا نہ جائیں لیکن کبھی دوسروں کا مذاق نہ اڑائیں۔ آپ کو کیا پتہ وہ کتنے خوبصورت ہیں۔ ان کے راستوں میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا ہوا ہے، جن کے لئے مچھلیاں اور چیونٹیاں دعائیں مانگ رہی ہیں۔ ہم ان کی قدر پہچانیں۔

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾

اور (نہ ماننے والوں سے) کہہ دو کہ میں تو صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں۔

بس میرا تو یہ کام ہے کھلم کھلا بتا دینا، لیکن یہ نہ کہیں کہ فلاں نہیں آیا تو آج کلاس نہیں ہوگی۔ ناروے میں جب بالکل دسمبر آجاتا ہے برف باری اور ہواؤں کا موسم ہوتا ہے تو بعض دفعہ دو تین لوگوں کی کلاس بھی ہم نے لی ہے۔ ایک بھی بہت ہے۔ بعض لوگ درس دینے آتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ لوگ بہت تھوڑے تھے۔ تو یہ دین اور علم کے فتنے ہیں۔ پہلے بھی کئی دفعہ یہ بات سنائی ہے بالا کوٹ کی بہت بڑی شخصیت ہیں، ہسٹری میں ان کا بہت بڑا نام ہے۔ دہلی میں لال مسجد کے اندر کہیں ان کا درس تھا، پورا شہر ان کے پاس آیا ہوا تھا۔ جب درس دے کے باہر نکلے تو ایک باباجی لنگڑاتے ہوئے ان کے پاس آئے اور انھیں روک کر کہتے ہیں کہ بیٹا یہاں ان کا درس ہونا تھا وہ کب شروع ہونا ہے۔ تو اس نے کہا کہ بابا وہ تو ہو گیا ہے اور میں ہی ہوں جس نے وہ درس دینا تھا۔ روپڑے اور کہنے لگے کہ بیٹا میں تو اتنی دور سے آیا ہوں اور ختم بھی ہو گیا۔ کہا اچھا، باباجی آپ درس سننے آئے ہیں، میں ابھی آپ کو دوبارہ وہی درس سنا دیتا ہوں، جو پورے مجمع کو سنایا ہے کیونکہ **وَإِخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** تعداد نہ دیکھیں بلکہ کوالٹی دیکھیں۔ قرآن کی باتیں ہر ایک برداشت نہیں کر سکتا۔ ہر ایک سخت گولی نہیں کھا سکتا۔ کم از کم ایک گروپ تو ایسا ہو جو ہر سردی، گرمی کو برداشت کر سکے۔ جیسے فوجی ہوتے ہیں، فوجی ٹریننگ میں کتنی سخت ٹریننگ دی جاتی ہے۔ کیونکہ کچھ نے تو دشمنوں کو پکڑنا ہی ہے۔

میں آپ کو رمضان آنے سے پہلے ہی یہ پیغام دے رہی ہوں کہ ہم دین کے فوجی بن رہے ہیں۔ ہم جو قرآن بڑے شعور کے ساتھ پڑھ رہے ہیں، میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ ہم اللہ کے دین کے

سپاہی بن رہے ہیں۔ کل کے لئے آپ بچوں کی ٹیچر ہیں۔ اگر آپ بہت کچھ سہہ کر آج اس قرآن کی کلاس میں بیٹھے ہوئے ہیں تو یقین کریں کہ آپ نے بہت نفع کا سودا کیا ہے۔ بہت آسان ہوتا ہے چھٹی کر کے گھر بیٹھ جانا، لیکن کیوں نہیں کرتیں، اس لیے کہ آپ کو پتہ ہے کہ اللہ نے آپ کو بہت بڑی دولت دی ہے۔ یہی بات یہاں کہہ دی کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ اس کام کرتے رہیں۔

كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾ یہ اسی کی طرح کی تشبیہ ہے جیسی ہم نے ان تفرقہ پردازوں کی طرف بھیجی تھی۔

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ﴿٩١﴾ جنہوں نے اپنے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے۔

قرآن کی مشکل آیت ہے۔ اس میں کن لوگوں کا ذکر ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ انکو تورات دی تھی اور انہوں نے ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ جیسے سورۃ بقرہ میں کہا تم قرآن کے کچھ حصوں پہ عمل کرتے ہو، کچھ کو چھوڑ دیا۔ کوئی قوم جو حال اپنی کتاب کا کرتی ہے، اللہ وہی حال اس قوم کا کرتا ہے۔ قومیں کتابوں کو ٹکڑوں میں بانٹی ہیں، اللہ قوموں کو فرقوں میں بانٹ دیتا ہے۔ یہاں فرقہ پرستی کی بات ہے۔ جب لوگ اصل پیغام سے دور ہوئے تو فرقوں میں بٹ گئے اور فرقوں میں بٹے ہوئے قرآن کبھی نہیں پڑھتے۔ جو باتیں انکے قول اور نظریے کے مطابق ہوتی ہیں وہ وہی باتیں عام کر لیتے ہیں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں الْقُرْآن سے مراد تورات ہے۔ سورۃ سبأ کی آیت 31 میں آتا ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ، یہ کافر کہتے ہیں کہ "ہم ہرگز اس قرآن کو نہ مانیں گے اور نہ اس سے پہلے آئی ہوئی کسی کتاب کو تسلیم کریں گے" یہاں بھی قرآن کو تورات ہی کے نام کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اشارہ ہے یہود کے علماء کی طرف

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٢﴾ پس اے نبیؐ، جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے، اُسے ہانکے پکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروا نہ کرو۔

آپ داعی دین ہیں، مبلغ ہیں، آپ اس دعوت کے کام کو کھل کے کریں۔ کوئی مسئلہ نہ چھپائیں، کوئی حکمت نہیں، آرام سے سب کچھ بتائیں۔ شروع میں آپ نے اپنی بیوی، منہ بولے بیٹے، چچا سے بات کی۔ تین سال تک کی وحی سے دعوت کا انفرادی سلسلہ چلتا رہا۔ اب اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں الاعلان دعوت دیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نبیؐ کی پہلے تین سال کی دعوت خفیہ تھی۔ ایسا نہیں تھا۔ دین کی دعوت کبھی خفیہ نہیں ہوئی۔ بلکہ فطری اور ترتیبی طریقہ تھا۔ جس طرح اور جس جگہ بات کرنے سے فائدہ ہوگا، ویسے ہی بات کریں گے۔ اس حکم کے بعد آپ کوہ صفا پر گئے، اونچی آواز میں لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی بہت اہم خبر دینی ہوتی تو کوہ صفا پر جا کے آواز لگاتے، برہنہ ہو کر 'یا صباح' کی پکار لگاتے۔ ایسے شخص کو وہ "نذیر عریاں" کہتے تھے۔

جب اللہ کے نبیؐ کے پاس دعوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کچھ لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ بھی عربوں کی یہی عادت اپنائیں۔ آپ نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ آپ نے کپڑے نہیں اتارے لیکن کوہ صفا پر کھڑے ہوئے 'و صباح' کا نعرہ لگایا۔ لوگ بھاگے ہوئے آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر وہی معروف جملے جو آپ سب نے سنے ہوئے ہیں کہ لوگو اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن آرہا ہے تو مانو گے۔ کہانیں گے، کیوں کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اُس وقت آپ نے کہا 'اللہ ایک ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں؛ اس وقت آپ کے بد قسمت چچا ابو لہب نے کہا؛

تیرے (نعوذ باللہ) ہاتھ ٹوٹ جائیں، ہمیں اس لیے جمع کیا تھا۔ اُس پہ سورۃ لہب نازل ہوئی تھی۔ تو کہا
ڈرنے کی ضرورت نہیں؛

إِنَّا كَفَيْكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾

تمہاری طرف سے ہم اُن مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں۔

مخالفت کی فکر نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو،

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾

جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا قرار دیتے ہیں عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔

کافر بزدل ہوتا ہے۔ توحید والے سے کافر بہت ڈرتا ہے۔ ساری باتیں کر کے اب آخر میں ڈکھ سکھ
ہے۔ اب اسکو محبت کرنے والے رب، پیار کرنے والے محمد ﷺ کے ناتے سے دیکھیں،

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾

ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ تم پر بناتے ہیں ان سے تمہارے دل کو سخت کوفت ہوتی ہے۔

یہ جو اپنے دلوں میں باتیں لے بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں پتا ہے اس سے آپ کا دل گھٹتا ہے۔ کیوں کہ
جب اعلان سرعام ہوا تو مخالفتوں کا زور ہوا۔ پہلے مرحلے پر یہ مخالفت اگرچہ زبانی، طعن و تشنیہ پر مبنی
تھی، کوئی کہتا آپ پر آسیب کا سایہ ہو گیا ہے، ایک شخص، عتبہ بن ربیعہ، بڑا معزز شخص سمجھا جاتا تھا۔
آپ کے پاس آیا اور بڑی ہمدردی سے کہنے لگا کہ دیکھو میرے بھتیجے، بڑے بڑے عالموں، کاہنوں سے

میرا تعلق ہے۔ مجھے بتاؤ، میں کسی کو بلاؤں وہ تمہارا علاج کر دے۔ اللہ کے نبیؐ کا دل کتنا دکھا ہو گا۔ یہاں پھر تکلیف ہے، غصہ نہیں ہے۔ آپ ان کو پیچھے کریں اور آپ صرف یہ کریں:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿٩٨﴾

اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اس کی جناب میں سجدہ بجالا۔

جب بات کی جاتی ہے تو دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ تو کہا کہ آپ میرے ساتھ بیٹھ کے دکھ سکھ کر لیا کریں۔ اور تسلی چاہیے، تو تیسرا مرحلہ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ پھر اپنا سر سجدوں میں رکھ لیں۔ یہ ساری مخالفتوں کا علاج ہے۔ جب آپ ہر ممکن چیزوں کو اپنی جگہ رکھنے کی کوشش کریں، لوگ تعاون نہ کریں تو پھر آخری حل ہے کہ میں اپنا معاملہ اللہ پر ڈالتا ہوں۔ پھر انسان کو اپنی ذاتی اصلاح اور اللہ کے ساتھ تعلق پر غور کرنا چاہیے۔ کب تک کریں، چوتھی چیز:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ □ ﴿٩٩﴾

اور اُس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔

تصوف والوں نے اس آیت کا بہت غلط ترجمہ کیا ہے۔ کہتے ہیں بس تب تک اللہ کی عبادت کرو جب تک یقین نہیں آتا۔ جب یقین آجائے کہ اللہ ہے تو پھر چھوڑ دو کیوں کہ تم سلوک کی منزلوں پر پہنچ گئے ہو۔

يَقِينٌ □ موت کا نام ہے۔ زندگی کی آخری گھڑیوں تک اللہ کی بندگی میں ڈوبے رہیں۔ ساری بات کا خلاصہ کیا ہے کہ لوگوں کی طرف سے ملے ہوئے دکھ، اللہ کے سامنے جھک کر دور کر لو۔ مجھے اور آپ

کو بھی یہی پیغام دیا جا رہا ہے۔ لوگ آپکی بات نہیں مانتے، نہ مانیں، آپ اللہ سے اپنے تعلق کو بڑھاتے رہیں۔ جو کام ہم اپنی کوششوں سے نہیں کر سکتے، وہ دعاؤں سے کروالیں۔

دعا ایک قسم کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے کہ میرے رب میں پوری کوشش کے باوجود نہیں کر سکا، اب میں تیری طرف آ رہا ہوں۔ مجھے اپنی طرف لے آ۔

اللہ تعالیٰ نبیوں کی کہانی سنا کر ہم سب کو آج کے دور میں اپنے اس دین پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہم ان چیزوں کو اپنی زندگی میں جتنا ہم سمجھیں گے، اللہ ہمیں اتنا زیادہ فائدہ دے گا۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ چاہے سب مخالفت کر رہے ہوں لیکن اللہ کی طرف سے ایک تسلی کافی ہوتی ہے۔ اللہ کو سنانا سیکھیں۔ اللہ سب کی مدد کرے گا۔ ہم سب ان آخری آیات پہ غور کریں۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ، کیا دوسروں کی چیزوں کو دیکھ کے آپہیں بھرتی ہوں۔

اپنا محاسبہ کریں۔